

اسلامی نظام قضاء: قاضی کی اہلیت اور فرائض

ڈاکٹر جواد حیدر ہاشمی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی

Abstract

Islamic judicial system is one, if implemented, in a society promotes social justice. Its fundamental rules are fair and fulfills the standard of truth, where every person gets his/her due right without any atrocity. Islam has based its judicial system on the foundations of justice and unbiasedness to solve animosities and conflicts among mankind. One of the important components of the judicial system is the Judge or "Qazi" who serves as the backbone of the system and ensures its stability. That's why Islam has outlined very strict criteria for a Judge so that only a competent person takes on this responsibility. The criteria not only requires one to be adult, knowledgeable, pious and have sound mind but also in addition to these he remains unbiased throughout the case proceedings be the case between rich and poor, ruler and subject or resourceful or beggars. He should never give preference to anyone in the court room and treat everyone equally even his smiles and looks should be divided fairly among parties. While making a decision he never allows his self-interest to drive his decisions so that everyone gets his right justly.

Key Words: Qazi, Eligibility of Qazi, Duties of Qazi

اسلامی نظام قضاء ایک ایسا نظام ہے کہ جس کے نفاذ سے معاشرے میں عدل اجتماعی کو فروغ مل سکتا ہے۔ اس کے تمام اصول نہایت عادلانہ اور حق کے معیار پر پورا اترنے والے ہیں، جس میں ہر حقدار کو اس کا حق ملتا ہے اور کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور اختلافات کے عادلانہ حل کے لیے اسلام نے اپنے عدالتی نظام کو انتہائی معتدل اور منصفانہ طرز پر انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ عدالتی نظام کا ایک اہم رکن قاضی یا جج ہوتا ہے جو معاشرے میں عدل اجتماعی کے قیام کے سلسلے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور نظام عدل کو اسی کی بدولت استحکام ملتا ہے، لہذا اسلام نے اس کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں تاکہ صرف اہل شخص ہی اس اہم ذمہ داری کو انجام دے سکیں۔ اس مقالے میں اسلامی نظام قضاء کے مطابق قاضی کی شرائط اور

ذمہ داریوں کا جائزہ پیش کیا جائے گا تا کہ یہ مختلف عدالتوں میں لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے والے جج اور قاضیوں کے لیے مشعل راہ بن سکے۔

ویسے تو اسلام زندگی کے تمام معاملات میں انسانوں کو عدل و انصاف اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن وہ لوگ کہ جو لوگوں کے تنازعات کے مابین فیصلے کرتے ہیں انہیں خصوصیت کے ساتھ عدل کی رعایت کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ نساء میں مومنوں کو لوگوں کے مابین فیصلے کرتے وقت عدل کی پاسداری کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا أَلَامَاتٍ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا. (النساء: ۵۸)

”بے شک اللہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں مناسب ترین نصیحت کرتا ہے یقیناً اللہ تو ہر بات کو خوب سنتا، دیکھتا ہے۔“

مفسر قرآن امام رشید رضا اس آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ عدل سے کام لے، اور عدل دو چیزوں پر موقوف ہے: اول: حاکم اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حکم کے بارے میں علم رکھتا ہوتا کہ جب وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ اللہ کے اس قول کے مطابق ہو کہ جس میں اس نے فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (المائدہ: ۱)۔“ پس اس نے ہم پر واجب کیا ہے کہ ہم جو معاہدات کریں ان کو پورا کریں۔“ اسی طرح اللہ کے اس قول کے مطابق قرار پائے کہ جس میں فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء: ۲۹)۔“ اس نے لوگوں کے مال کو حرام طریقے سے کھانے سے منع کیا ہے اور حکام کو رشوت لینے سے منع کیا ہے۔“ اسی طرح جو اصول سنت متواترہ میں وارد ہوئے ہیں ان کے مطابق قرار پائے۔ تو پس حاکم پر واجب ہے کہ وہ اپنے فیصلوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق قرار دے۔

دوم: عدل کا یہ دوسرا رکن خود دو چیزوں پر مشتمل ہے:

- (i) مدعی کے دعویٰ اور مدعی علیہ کے جواب کو اچھی طرح سمجھنا کہ جس مسئلہ میں وہ آپس میں نزاع کر رہے ہیں وہ کاملاً واضح ہو جائے۔
 - (ii) فیصلہ کرنے والا مستقل ہو اور فریقین میں سے کسی ایک کی طرف اس کا رجحان نہ ہو اور خواہشات نفسانی سے خالی ہو۔
- جب تک کوئی عدل کے ان دونوں ارکان پر صحیح طرح عمل نہ کرے اس وقت تک وہ عدل قائم نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی اس کے برعکس کام انجام دے تو یہ ظلم ہے۔“ (۱)

تو پس قاضی اور جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے مابین عدل کے ساتھ فیصلے کریں تا کہ کسی کا حق مارا نہ جائے۔ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ قاضیوں کو عدل کے ساتھ فیصلے کرنے کا حکم دیتا ہے، وہاں انہیں یہ حکم بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے تمام فیصلے

حکم الہی کے مطابق کریں، ورنہ ان کا شمار کافروں، ظالموں اور فاسقوں میں ہوگا۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ: ۴۴)

”اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔“

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (المائدہ: ۴۵)

”اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔“

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (المائدہ: ۴۷)

”اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔“

مولانا مودودی نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے:

”یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تین حکم ثابت کیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کافر ہیں، دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں، تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان خدا کے حکم اور اس کے نازل کردہ قانون کو چھوڑ کر اپنے یا دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون پر فیصلہ کرتا ہے، وہ دراصل تین بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اولاً اس کا یہ فعل حکم خداوندی کے انکار کا ہم معنی ہے اور یہ کفر ہے۔ ثانیاً اس کا یہ فعل عدل و انصاف کے خلاف ہے، کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہو سکتا تھا وہ تو خدا نے دے دیا تھا، اس لیے جب خدا کے حکم سے ہٹ کر اس نے فیصلہ کیا تو ظلم کیا۔ تیسرے یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اس نے اپنے مالک کے قانون سے منحرف ہو کر اپنا یا کسی دوسرے کا قانون نافذ کیا تو درحقیقت بندگی و اطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے۔ یہ کفر اور ظلم اور فسق اپنی نوعیت کے اعتبار سے لازماً انحراف از حکم خداوندی کی عین حقیقت میں داخل ہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ جہاں وہ انحراف موجود ہو وہاں یہ تینوں چیزیں موجود نہ ہوں۔ البتہ جس طرح انحراف کے درجات و مراتب میں فرق ہے اسی طرح ان تینوں چیزوں کے مراتب میں بھی فرق ہے۔ جو شخص حکم الہی کے خلاف اس بنا پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے وہ مکمل کافر اور ظالم اور فاسق ہے۔ اور جو اعتقاد حکم الہی کو برحق سمجھتا ہے مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ اگرچہ خارج از ملت تو نہیں ہے مگر اپنے ایمان کو کفر، ظلم اور فسق سے مخلوط کر رہا ہے۔ اسی طرح جس نے تمام معاملات میں حکم الہی سے انحراف اختیار کر لیا ہے وہ تمام معاملات میں کافر، ظالم اور فاسق ہے۔ اور جو بعض معاملات میں مطیع اور بعض میں منحرف ہے اس کی زندگی میں ایمان و اسلام اور کفر و ظلم و فسق کی آمیزش ٹھیک ٹھیک اسی تناسب کے ساتھ ہے جس تناسب کے ساتھ اس نے اطاعت اور انحراف کو ملا رکھا ہے۔ (۲)

پس اگر قاضی پوری قوت کے ساتھ قوانین اسلام اور احکام الہی کا لحاظ کرتے ہوئے قضاء کا فریضہ انجام دے تو اس وقت نہ صرف حقدار کو اس کا حق ملتا ہے بلکہ معاشرے میں بھی عدالت اجتماعی قائم ہو سکتی ہے۔ حتیٰ اگر اس دنیا میں کوئی حکومت بھی چاہتی ہے کہ معاشرے میں دوام اور استمرار پیدا کرے تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ معاشرے میں عدالت برپا کرے چنانچہ ایک معروف حدیث بھی ہے کہ:

الملك يبقی مع الکفر ولا يبقی مع الظلم (۳)

”حکومت کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔“

چونکہ ظلم و ستم ایک ایسا فعل ہے کہ جس کا اثر بہت ہی جلدی اسی دنیا میں بھی اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جنگ و جدال و اضطراب و پریشانی، سیاسی بحران، اخلاقی اور اقتصادی بحرانوں کے ذریعے اسی دنیا میں ہی ظالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ لہذا معاشرے کے اندر عادلانہ یا ظالمانہ نظام کے قیام کا ایک بہت بڑا بیڑا حکمرانوں کے ساتھ ساتھ قاضیوں کے اوپر بھی عائد ہوتا ہے۔

قضاء کی اہمیت روایات کی روشنی میں

یہاں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کی شرائط اور ذمہ داریوں کے تذکرے سے پہلے خود قضاء کی اہمیت بیان کی جائے تاکہ اسلام نے اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے والوں کے لیے جو کڑی شرائط اور ذمہ داریاں بیان کی ہیں، ان کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ لہذا یہاں قضاء کے باب میں وارد شدہ بعض روایات نقل کی جاتی ہیں تاکہ ان سے قضاء کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

ومن حکم فی درہمین بغیر ما انزل اللہ عز وجلّ فهو کافر باللہ العظیم. (۴)

”جو شخص دو درہم کا فیصلہ بھی خدا کے قانون کے خلاف کرے گا وہ خدائے عظیم کا منکر ہوا۔“

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی جتنے بھی قوانین ہیں وہ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں اور انسان چاہے جتنی بھی احتیاط کر لے لیکن پھر بھی ان کے بنائے ہوئے قوانین میں غلطیوں کی گنجائش باقی رہتی ہے، اور بسا اوقات ممکن ہے کہ قانون بنانے والوں نے اس قانون میں اپنے ذاتی مفادات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہو، لیکن جو قانون اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے اس میں کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی اور تمام انسانوں کی ضروریات کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہوتا ہے۔ اس لیے صحیح قانون چونکہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لہذا جو اس کے خلاف فیصلہ کرے گا وہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کا منکر شمار ہوگا۔ تو قاضی کے لیے ضروری ہے کہ تمام فیصلے حکم الہی کے مطابق کرے۔

ایک اور مقام پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اللہ مع القاضی ما لم یجر، فاذا جار تخلى عنه و لزمه الشیطان. (۵)

”خدا قاضی کے ساتھ ہے جب تک کہ وہ حق کو پامال نہیں کرتا جب اس نے حق کو روند ڈالا تو خدا اس کو چھوڑ

دیتا ہے اور وہ شیطان کے حوالے ہو جاتا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ عادل قاضی کے ساتھ ہے جبکہ شیطان ظالم قاضی کے ساتھ ہے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ کے فرشتے عادل قاضی کی رہنمائی کرتے ہیں:

اذا جلس القاضي في مكانه هبط عليه ملكان يسدّ دانه و يوقّ قانه ، و يُرشّدانه ما لم يُجر ، فاذا جار عرجا و ترّكاه. (۶)

”جب قاضی مختلف نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لیے مسند قضاء پر بیٹھے تو دو فرشتے اس پر نازل ہوتے ہیں اور اس وقت تک اس کی مدد اور رہنمائی کرتے ہیں جب تک وہ ظلم نہ کرے، جب ظلم کرے تو وہ اسے چھوڑ کر دوبارہ آسمانوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے عادل قاضی کی غیب سے مدد فرماتا ہے، لیکن ظالم قاضی کو اللہ کی طرف سے کوئی غیبی امداد نہیں ملتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے:

وليس احدٌ يحكم بين الناس الاّ حییّ به يوم القيامة مغلوله يده الى عنقه فكه العدل و اسلمه الجور. (۷)

”جو شخص دنیا میں کوئی فیصلہ کرے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں محشر کے میدان میں وارد ہوگا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن پر بندھے ہوئے ہوں گے عدل اس کو آزاد کرے گا اور ظلم و جور اس کو جہنم کے سپرد کرنا چاہے گا۔“

ایک اور مقام پر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لسان القاضي بين جمرتين حتى يصير اما الى الجنة واما الى النار. (۸)

”قاضی کی زبان دو آگ کے پتھروں کے درمیان ہے یہاں تک کہ وہ قضاء کرتے ہوئے یا جنت تک پہنچتا ہے یا جہنم تک۔“

ایک اور روایت میں آنحضرت ﷺ نے عادل قاضی کو جنت کی بشارت دی ہے اور ظالم قاضی کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من طلب قضاء المسلمين حتى يناله ثم غلب عدله جورّه فله الجنة ، و من غلب جورّه عدله فله النار. (۹)

”جو شخص مسلمانوں کے درمیان منصب قضاء کا طلبکار ہو اور اسے حاصل کر لے تو پھر اگر اس کا عدل ظلم پر غالب آئے تو اس کے لیے جنت ہے لیکن اگر اس کا ظلم عدل پر غالب آئے تو اس کے لیے جہنم ہے۔“

ان روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قضاء کتنا اہم اور نازک کام ہے کہ اگر قاضی حق کے مطابق فیصلہ کرے تو یہ برحق فیصلے اس کو جنت تک پہنچاتے ہیں اور اگر خدا نخواستہ وہ حق کے خلاف اور اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق فیصلے کرے تو یہ ناحق فیصلے اسے جہنم

میں پہنچا دیتے ہیں۔

حضرت علیؑ سے نقل ہے، کہ آپ نے فرمایا:

القُضاة اربعة ثلاثة في النار و واحد في الجنة، قاضٍ قضى بجور وهو يعلم فهو في النار، وقاضٍ قضى بجور وهو لا يعلم فهو في النار، وقاضٍ قضى بالحق وهو لا يعلم فهو في النار، وقاضٍ قضى بالحق وهو يعلم فهو في الجنة. (۱۰)

”قاضیوں کے چار گروہ ہیں جن میں سے تین گروہ اہل دوزخ ہیں اور فقط ایک گروہ اہل بہشت ہے۔ وہ چار گروہ یہ ہیں: پہلا وہ قاضی ہے کہ جو جان بوجھ کر غلط فیصلہ کرتا ہے، وہ اہل دوزخ ہے، دوسرا وہ قاضی ہے جو غلط فیصلہ کرتا ہے لیکن جانتا نہیں، وہ بھی اہل دوزخ ہے، تیسرا وہ قاضی ہے جو صحیح فیصلہ کرتا ہے لیکن جانتا نہیں وہ بھی اہل دوزخ ہے، چوتھا وہ قاضی ہے جو جان کر صحیح فیصلہ کرتا ہے صرف یہی طبقہ بہشت کا حقدار ہے۔“

نبی البلاءؐ میں پیغمبر اسلام ﷺ سے منسوب یہ قول نقل کیا گیا ہے:

صلاح ذات البین افضل من عامة الصلاة والصيام. (۱۱)
”لوگوں کے درمیان مصالحت تمام نمازوں اور روزوں سے افضل ہے۔“
حضرت علیؑ نے فرمایا:

شرُّ القضاة من جارت اقصيته (۱۲)

”قاضیوں میں سے بدترین قاضی وہ ہے کہ جس کے فیصلے ظلم پر مبنی ہوں۔“

ان مذکورہ بالا روایات سے جہاں مقام قضاء کی اہمیت کھل کر سامنے آتی ہے، وہاں اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے والے قاضیوں کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اگر قاضی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق یعنی عدل کے ساتھ فیصلے کریں تو نہ صرف اسے اللہ کی غیبی مدد حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کا یہ عدل اس کو جنت تک بھی پہنچاتا ہے لیکن اس کے برعکس اگر کوئی قاضی حکم الہی کے مطابق فیصلے نہ کرے اور حق کے برخلاف ظالمانہ فیصلے کر کے لوگوں کے حقوق کو ضائع کر دے تو اس کا یہ ظلم اس کو جہنم تک پہنچا دیتا ہے اور ایسے ظالم قاضی کو اللہ کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قاضی کے لیے شرائط اور آداب قضاء

اب جبکہ اسلام میں قضاء کی اہمیت واضح ہو گئی تو یہاں اب شریعت اسلام کے نزدیک قاضی کے اندر پائی جانے والی شرائط کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسلامی نظام قضاء کی روشنی میں ہر شخص اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے کا اہل نہیں ہے بلکہ صرف وہی لوگ اس کو انجام دے سکتے ہیں کہ جن کے اندر خاص شرائط پائی جاتی ہوں۔ کیونکہ معاشرے میں عدل اجتماعی کے قیام میں قاضی کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔ یہاں قاضی کی شرائط کی بحث میں فقہائے اسلام کی طرف سے بیان کردہ شرائط کو ذکر کیا جاتا

ہے۔ شیخ مفید کتاب المقصدۃ میں قاضی کی شرائط اس طرح بیان کرتے ہیں:

والقضاء بین الناس درجة عالية، و شروطه صعبة شديدة، ولا ينبغي لاحد ان يتعرض له حتى يشق من نفسه بالقيام به وليس يشق احد بذلك من نفسه حتى يكون عاقلاً، كاملاً، عالماً بالكتاب و ناسخه و منسوخه و عامه و خاصه و ندبه و ايجابه و محكمه و متشابهه، عارفاً بالسنة، و ناسخها و منسوخها و عالماً باللغة، مطلعاً بمعاني كلام العرب، بصيراً بوجوه الاعراب، ورعاً عن محارم الله عز وجل، زاهداً في الدنيا، متوقفاً على الاعمال الصالحات، مجتنباً للذنوب والسيئات، شديد الحذر من الهوى، حريصاً على التقوى. (۱۳)

”لوگوں کے درمیان قضاء کرنا ایک بلند مرتبہ ہے اور اس کی شرائط بہت سخت ہیں اور کسی کے لئے اس وقت تک قضاء انجام دینا صحیح نہیں ہے جب تک اسے اس کے انجام دینے کے بارے میں اپنے نفس پر مکمل اعتماد نہ ہو۔ اور کسی کو قضاء کے انجام دینے کے بارے میں اپنے آپ پر اس وقت تک اعتماد نہیں ہو سکتا جب تک اس میں یہ شرائط نہ ہوں: عاقل ہو، کامل ہو، قرآن کا علم رکھتا ہو، قرآن کے ناسخ و منسوخ، عام و خاص، ندب و ایجاب اور محکم و متشابه کا علم رکھتا ہو، سنت نبوی ﷺ کا علم رکھتا ہو، اس کے ناسخ و منسوخ کا علم رکھتا ہو، لغت کا عالم ہو، کلام عرب کے معانی پر آگاہی رکھتا ہو، اعراب کے بارے میں علم رکھتا ہو، محرمات الہی سے پرہیز کرتا ہو، دنیا میں زہد پیشہ کرتا ہو، نیک کاموں (اعمال صالحہ) کو انجام دیتا ہو، گناہوں اور برائیوں سے اجتناب کرتا ہو، خواہشات نفسانی کی پیروی سے سخت پرہیز کرتا ہو، زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہو۔“

امام ابن رشد قرطبی قاضی کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فأما الصفات المشتركة في الجواز: فان يكون حراً، مسلماً، بالغاً، ذكراً، عاقلاً، عدلاً. و اختلفوا في كونه من اهل الاجتهاد فقال الشافعي: يجب ان يكون من اهل الاجتهاد. (۱۴)

”قاضی کے لیے قضاء کے جواز میں جو شرائط معتبر ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، مرد ہو، عاقل ہو اور عادل ہو۔ اجتہاد کی شرط کے معتبر ہونے میں علما کا اختلاف ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ قاضی کا اہل اجتہاد میں سے ہونا ضروری ہے۔“

کتاب ارشاد المسترشد میں قاضی کی شرائط کے بارے میں لکھا ہے:

فقد اتفق العلماء على اشتراط ان يكون القاضي: حراً، مسلماً، بالغاً، عاقلاً، عدلاً،

ذکراً و اختلفوا فی اشتراط کونه من اهل الاجتهاد ، فذهب مالک و الشافعی و احمد الی اشتراط الاجتهاد ، و قال ابو حنیفہ بجواز تولیة القضاء من لیس بمجتهد. (۱۵)

”قاضی میں جن شرائط کے معتبر ہونے پر علما کا اتفاق ہے وہ یہ ہیں کہ: وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، عادل ہو، مرد ہو۔ اجتہاد کی شرط کے لازم ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ قاضی کا مجتہد ہونا ضروری ہے جبکہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ غیر مجتہد شخص کے لیے بھی قضاء انجام دینا جائز ہے۔“

فقہ حضرت عمرؓ میں ڈاکٹر رؤاس قلعة جی قاضی کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جس شخص کو منصب قضا سپرد کیا جائے اس میں حسب ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

i۔ عقل، بلوغ، حریت اور اسلام: کیونکہ جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں تو وہ شہادت کا اہل نہیں ہے تو وہ قضا کا اہل کیسے ہو سکتا ہے۔
ii۔ مرد ہونا۔

iii۔ احکام شریعت کا علم۔

iv۔ تقویٰ: تقویٰ کی شرط اس لیے کہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی قضا بدرجہ اولیٰ قبول نہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب معاذ بن جبلؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو شام کا والی بنا کر بھیجا تو انہیں لکھا کہ: تم اپنے ہاں موجود نیک اور صالح لوگوں کو تلاش کر کے انہیں منصب قضا پر مامور کر دو۔

v۔ لوگوں کے پاس موجود مال و دولت سے بے نیاز ہونا اور ہر قسم کی ریاکاری اور خوشامد سے دور ہونا۔

vi۔ ذہانت و فطانت۔

vii۔ سختی بغیر درشتی کے اور نرمی بغیر کمزوری کے۔

viii۔ شخصیت کی مضبوطی۔

ix۔ مالدار اور خاندانی ہونا: حضرت عمرؓ نے اپنے بعض عمال کو لکھا کہ ایسے افراد کو قاضی مقرر کرو جو مالدار اور خاندانی ہوں، کیونکہ صاحب مال آدمی کو دوسرے کے مال کا لالچ نہیں ہوگا اور صاحب حسب شخص لوگوں کی طرف سے بچنے والے عواقب سے خوفزدہ نہیں ہوگا۔“ (۱۶)

شیخ انصاری کتاب القضاء و الشهادات میں قضاء کے آداب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و یکره القضاء وقت الغضب و الجوع و العطش ، و الغم ، و الفرح ، و الوجد ، و مدافعة الاخبثین ، و النعاس ، و ان یتولی البیع و الشراء لنفسه و ان یضیف احد الخصمین (۱۷)

”قاضی کے لیے غصے، بھوک، پیاس، خوشی، غم، درد اور آگھ کی حالت میں قضاء انجام دینا مکروہ ہے اور نیز اپنے لیے خیر و فروخت کا خود انجام دینا اسی طرح فریقین میں سے کسی ایک کا مہمان بننا مکروہ ہے۔“ اسی طرح دوسرے مقام پر قاضی کے وظائف بیان کرتے ہوئے شیخ انصاری لکھتے ہیں:

اذا حضر الخصمان عند القاضي بين يديه سوى بينهما في السلام عليهما ، و ردّه لو سلّما عليه ، و في الكلام بان يبدأ احدهما بالكلام منفرداً ، و في القيام لهما اذا قام و في النظر اليهما بان لا يكون نظره الي احدهما اكثر ، و كذا سائر انواع الاكرام من طلاقة الوجه و طرز الكلام و المجلس (۱۸)

”جب فریقین نزاع قاضی کے سامنے حاضر ہو جائیں تو ضروری ہے کہ قاضی ان کے درمیان سلام کرنے، ان کے سلام کا جواب دینے، ان کے ساتھ بات کرنے، اور ان کے احترام کے لیے اٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرے اور ان کی طرف نگاہ کرنے میں بھی مساوات کا لحاظ کرے کہ ایسا نہ ہو کہ ایک کی طرف زیادہ نگاہ کرے اور دوسرے کی طرف کم نگاہ کرے۔ اسی طرح ان کی طرف توجہ کرنے اور ان کے ساتھ بات کرنے اور بیٹھنے کے طرز میں بھی مساوات کا لحاظ کرے۔“

امام ماوردی اور قاضی ابویعلیٰ نے قاضی کے وظائف ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

(يجب على القاضي) التسوية في الحكم بين القوي و الضعيف ، و الشريف و المشروف ، و لا يتبع هواه في الحكم. (۱۹)

”قاضی پر واجب ہے کہ وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان، اسی طرح با شرف اور کم شرف کے درمیان فیصلہ کرتے وقت مساوات کا لحاظ کرے، اور فیصلے کے دوران خواہشات نفس کی پیروی نہ کرے۔“

نیز قاضی ابویعلیٰ بغدادی (م ۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں آداب قضاء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

و يجب عليه ان يسوى بين الخصمين في لفظه و لحظه و جلسهما منه ، و ان لا يقبل على احدهما اكثر من اقباله على الآخر . (۲۰)

”قاضی کے اوپر واجب ہے کہ وہ فریقین نزاع کے درمیان بولنے میں، توجہ کرنے میں اور بیٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرے، اور ضروری ہے کہ قاضی ان میں سے ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ توجہ نہ کرے۔“

فقہ السنّة کے مؤلف نے قاضی کے وظائف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

و على القاضي ان يسوى بين الخصمين في خمسة اشياء: في الدخول عليه، و الجلوس بين يديه، و الاقبال عليهما، و الاستماع لهما، و الحكم عليهما (۲۱)

”قاضی پر لازم ہے کہ وہ پانچ چیزوں میں فریقین نزاع کے مابین مساوات کا لحاظ کرے: داخل ہونے میں، ان کے سامنے بیٹھنے میں، ان کی طرف توجہ کرنے میں، ان کی باتوں کو سننے میں، ان کے درمیان فیصلہ کرنے میں۔“

فقہ حضرت عمرؓ میں آداب قضاء سے مربوط پانچ موارد ذکر کیے گئے ہیں کہ جن کا لحاظ کرنا قاضی پر لازم ہے۔ ڈاکٹر رؤاس قلعہ جی لکھتے ہیں:

”بعض امور ایسے ہیں جن کا خیال رکھنا عدل و انصاف کے قیام کے لیے قاضی پر لازم ہے مثلاً: عمل میں اللہ کے لیے اخلاص، فیصلہ سنانے سے قبل معاملے کو خوب اچھی طرح سمجھنا اور اس کے تمام پہلوؤں کا پوری طرح جائزہ لینا ضروری ہے اور جب تک حق پوری کھل کے سامنے نہ آجائے قاضی کے لیے مقدمے کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے، اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا، قاضی کے لیے اگر کوئی قضیہ حل کرنا دشوار ہو جائے تو اسے چاہیے کہ دوسروں سے مشورہ کرے، فریقین مقدمہ کے مابین مساوات: حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کو لکھا کہ اپنے متوجہ ہونے میں، اپنی مجلس میں اور اپنے انصاف میں لوگوں کے مابین مساوات قائم کرو، تاکہ کسی با حیثیت شخص کو تم سے طرف داری کا لالچ نہ ہو اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو۔“ (۲۲)

یہاں تک قاضی کے وظائف اور آداب قضاء سے مربوط شیعہ، سنی فقہاء اور علماء کے آراء اور فتاویٰ کا ایک اجمالی خلاصہ پیش کیا گیا اب اس سلسلے میں جو روایات نقل ہوئی ہیں ان میں سے بعض منتخب روایات نقل کی جاتی ہیں تاکہ اسلامی تعلیمات میں قضاء کی اہمیت اور قاضی کی ذمہ داریاں زیادہ واضح ہو سکے۔

حضرت ام سلمہؓ، پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اذا ابتلى احدكم بالقضاء بين المسلمين ، فليسو بينهم في النظر و المجلس و
الاشارة ، و لا يرفع صوته على احد الخصمين اكثر من الآخر . (۲۳)

”جب تم میں سے کوئی مسلمانوں کے درمیان قضاء انجام دینا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کے درمیان نگاہ کرنے، بیٹھنے اور اشارہ کرنے میں مساوات کا لحاظ کرے، اور نیز قاضی فریقین کے ساتھ بات کرنے میں اپنی آواز اونچی کرنے اور کم کرنے میں بھی مساوات کا لحاظ کرے۔“

فریقین کے مابین مساوات کا لحاظ رکھنے کے حکم سے جو بات یہاں سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی نظام قضاء کا تقاضا یہ ہے جب تک محکمہ عدالت کے اندر قاضی کے سامنے کسی کا جرم شرعی اولہ اور پینہ کی روشنی میں ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ فریقین نزاع میں سے کسی کو مجرم سمجھیں اور اس کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ محکمہ عدالت کے اندر قاضی بھی دونوں فریقین کے مابین مساوات کا مکمل لحاظ کرے۔

ایک دوسرے مقام پر پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اذا تقاضى اليك رجلان، فلا تقضِ للاولِ حتى تسمعَ كلامَ الآخر. (۲۴)

”جب دو شخص اپنے نزاع کے بارے میں تم سے فیصلہ چاہیں تو اس وقت تک ان کے مابین فیصلہ صادر نہ کرنا جب تک دونوں فریقین کی بات مکمل سن نہ لو۔“

اس حدیث سے اسلام میں انصاف کا ایک بنیادی اصول فراہم ہوتا ہے کہ قاضی کسی بھی شخص کے خلاف اس کا موقف سنے بغیر فیصلہ نہیں دے سکتا۔ یعنی جب مدعی اپنا دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کرے تو قاضی کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ فقط مدعی کے دعویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مدعی علیہ کی بات سنے بغیر فوراً فیصلہ صادر کرے، بلکہ قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے مدعی علیہ کے موقف کو بھی سن لے اور پھر مکمل تحقیق کے بعد کوئی فیصلہ صادر کرے۔ ایک اور مقام پر پیغمبر اکرم ﷺ نے غصے کی حالت میں قضاء انجام دینے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

لا يقضى القاضي بين اثنين و هو غضبان. (۲۵)

”قاضی کو چاہیے کہ جب وہ غصے کی حالت میں ہو تو فریقین کے درمیان قضاء انجام نہ دے۔“

پیغمبر اکرم ﷺ نے قاضی کو فریقین نزاع کے مابین عدالت کے لحاظ کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے:

من ابتلى بالقضاء بين المسلمين فليعدل بينهم في لحظة و اشارته و مجلسه و مقعده. (۲۶)

”جو شخص مسلمانوں کے درمیان قضاء کا عہدہ دار ہونا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ ان کے درمیان اشارہ کرنے اور بیٹھنے میں عدالت کا لحاظ کرے۔“

حضرت عمرؓ نے جناب ابوموسیٰ اشعریؓ کو قضاء کے بارے میں جو خط لکھا ہے اس میں کہتے ہیں:

آس بين الناس في وجهك و عدلك و مجلسك حتى لا يطمع شريف في حيفك و لا يئأس ضعيف من عدلك. (۲۷)

”لوگوں کے درمیان اپنی توجہ میں اور اپنے عدل میں اور بیٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرو تا کہ بڑے لوگ تمہاری ناانصافی سے امید نہ لگا بیٹھیں اور کمزور افراد تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو جائیں۔“

یہ خصوصیات صرف اسلامی نظام قضاء کو حاصل ہے کہ اس میں قاضی کو بظاہر غیر اہم دکھائی دینے والی ان باریک باریک باتوں کی بھی رعایت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ ہر لحاظ سے غیر جانبدار رہے اور عدالت کے اندر فریقین مقدمہ کو یہ احساس نہ ہو جائے کہ قاضی کا قلبی میلان کسی ایک فریق کی طرف ہے۔

اسلامی نظام قضاء کے اصولوں کے تحت ہر شخص چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر سب قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ ان تعلیمات کی واضح اور عملی مثالیں بھی تاریخ اسلام میں کثرت سے ملتی

ہیں۔ جیسا کہ جب حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں عرب کے ایک بااثر قبیلہ بنی مخزومیہ کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی، اور جب اس کا جرم شرعی طریقے سے ثابت ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے اس کی اشرافیت کی پرواہ کیے بغیر اس پر حد جاری کر دی اور جب بعض لوگوں نے اس عورت کے خاندان اور اس کی اشرافیت کی بنا پر اس پر سے حد ساقط کرنے کی سفارش کی، تو آپ ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا:

”تم میں سے پہلی قوموں کو اسی چیز نے تباہ کیا کہ ان کا حال یہ ہو گیا تھا کہ اگر ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں تو اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔“ (۲۸)

نتیجہ بحث

قضاء ایک نہایت اہم ذمہ داری ہے کیونکہ اس کا تعلق لوگوں کے جان، مال، عزت و آبرو اور ان کے حقوق سے ہے لہذا اس اہم ذمہ داری کو صرف وہی لوگ ہی انجام دے سکتے ہیں کہ جن میں عادلانہ فیصلہ کرنے کے حوالے سے شریعت کی بیان کردہ مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہوں۔ اور ان کے اوپر فرض ہے کہ وہ لوگوں کے مابین اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق فیصلے کریں اور خلاف حق فیصلے کرنے سے پرہیز کریں، اور مکمل مساوات کا لحاظ کریں۔ نیز کسی جانبداری کے بغیر، انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لوگوں کے مابین فیصلے کریں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اسلامی ممالک اپنے اپنے ملک میں لوگوں کے مابین پیش آنے والے تنازعات اور اختلافات کے حل کے لیے صرف انہی لوگوں کو قضاء کی اہم ذمہ داری سونپیں جن کے اندر دین مبین اسلام کی بیان کردہ تمام مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہوں ورنہ نااہل قاضیوں (ججوں) سے انصاف کی توقع ہرگز نہیں رکھی جاسکتی۔

حوالہ جات:

- ۱۔ رشید رضا، سید محمد، تفسیر المنار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۱۴۲۰ھ، طبع اول، جلد خامس، ص ۱۳۹-۱۴۰
- ۲۔ مودودی، مولانا ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ۱۴۲۴ھ، چاپ ۳۴، جلد اول، ص ۴۷۵، ۴۷۶
- ۳۔ ناصری، شیخ علی اکبر، حقوق اسلامی، شرکت سہمی طبع کتاب، تہران، ۱۳۸۴ھ، ۱۳۴۳ھ، چاپ اول، ص ۱۲۰
- ۴۔ کلینی، محمد بن یعقوب، فروع کافی، دارالتعارف للمطبوعات، بیروت، ۱۹۹۳ء، ۱۴۱۳ھ، جلد ۵، ص ۴۲۶/العالمی، شیخ حر، وسائل الشیعہ، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، قم، ۱۴۱۴ھ، جلد ۲، ص ۳۴
- ۵۔ متقی الہندی، کنز العمال، طبع خامس، موسسہ الرسالہ۔ بیروت، ۱۹۸۵ء، ۱۴۰۵ھ، جلد ثالث، صفحہ ۹۲/وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، مراجعہ: سعید محمد الحکام، عالم الکتب، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱۴۲۲ھ، طبع اول، ص ۳۴/ترمذی، ابو یوسف محمد بن عیسیٰ بن سورہ، السنن الترمذی، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۱۴۱۴ھ، جلد ۳، ص ۶۳/السید سابق، فقہ السنۃ، المکتبۃ العصریہ، بیروت، ۲۰۰۴ء، ۱۴۲۵ھ، جلد ۳، ص ۲۲۵/اللبیعی، امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، دارالفکر، بیروت، جلد ۱۵، ص ۳۴/اللبیعی، امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، تحقیق: عبدالسلام عبدالشافی، احمد قنایی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۱۴۱۴ھ، جلد ۲، طبع اول، ص ۶۶
- ۶۔ وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، ص ۳۵/اللبیعی، امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، دارالفکر، بیروت، جلد ۱۵، ص ۳۴

اسلامی نظام قضاء: قاضی کی اہلیت اور فرائض

- ۷۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، طبع ثانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۷ء، ۱۳۸۷ھ، جلد ۱، ص: ۶۵
- ۸۔ متقی الہندی، کنز العمال، جلد ۶، ص ۹۴/العالمی، شیخ حر، و مسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۲۱۴
- ۹۔ السید سابق، فقہ السنۃ، جلد ۳، ص ۲۲۵
- ۱۰۔ کلینی، محمد بن یعقوب، فروع کافی، جلد ۵، ص ۴۴۶/العالمی، شیخ حر، و مسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۲۲/شیخ مفید، المقنعة، ص ۲۱ اور درج ذیل کتب میں بھی یہ حدیث پیغمبر اکرم ﷺ سے مروی ہے لیکن ان میں قاضیوں کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:
- ابن ماجہ قزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابی ماجہ، ص ۲۴۹، بیت الافکار الدولية للنشر و التوزيع، ریاض/ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، سنن الترمذی، جلد ۳، ص ۶۱/وکج، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، ص ۲۴/اللمبغی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، جلد ۲، ص ۴۵۵، متقی الہندی، کنز العمال، جلد ۶، ص ۹۱/السید سابق، فقہ السنۃ، جلد ۳، ص ۲۲۷/شاہ ولی اللہ، حجة الله البالغہ، ترجمہ: مولانا عبدالحق حقانی، محمد سعید ایڈیٹر، سترقرآن محل، کراچی، ص ۶۳۰
- ۱۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۷
- ۱۲۔ رسولی خلّاتی، سید ہاشم، غرر الحکم و درالکلم در آمدی، طبع رابع، دفتر نشر ہنگ اسلامی، تہران، ۱۳۸۰ ش، جلد ۲، ص ۳۱۹
- ۱۳۔ شیخ مفید، المقنعة، مؤسسة النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۷ھ، طبع اول، ص ۲۱۷
- ۱۴۔ ابن رشد قرطبی، القاضي ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد، بداية المجتهد و نهاية المقتصد، دار ابن حزم، بیروت، ۲۰۰۳ء، ۱۴۲۴ھ، طبع اول، جلد ۲، ص ۸۲۳
- ۱۵۔ الانصاری، محمد ابی بن منذر، ارشاد المسترشد فی تہذیب مذاہب ائمة الہدی فی الفقہ و ادلتہ، مکتبۃ العبیکان، ریاض، ۱۹۹۸ء، ۱۴۱۹ھ، طبع اول، جلد ۳، ص ۳۱۶
- ۱۶۔ قلعہ جی، ڈاکٹر محمد رؤاس، فقہ حضرت عمرؓ، ترجمہ: ساجد الرحمن صدیقی، چاپ سوم، ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۶۸۸-۶۸۹
- ۱۷۔ انصاری، شیخ مرتضیٰ، القضا و الشہادات، مؤتمرا لسنوئی للشیخ الانصاری، ۱۴۱۵ھ، طبع اول، ص ۸۴
- ۱۸۔ انصاری، شیخ مرتضیٰ، ایضاً، ص ۱۱۱-۱۱۲
- ۱۹۔ الماوردی، امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، الاحکام السلطانیة والولايات الدينية، تحقیق: سمیر مصطفیٰ رباب، المکتبۃ العصریة، بیروت، ۲۰۰۳ء، ۱۴۲۴ھ، ص: ۸۸/قاضی ابویعلیٰ، محمد بن الحسین بن خلف بن احمد بن الفراء البغدادی، الاحکام السلطانیة، دارالفکر، بیروت، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۴۲۰
- ۲۰۔ قاضی ابویعلیٰ، محمد بن الحسین بن خلف بن احمد بن الفراء البغدادی، الجامع الصغیر فی الفقہ علی مذهب الامام احمد بن محمد بن حنبل، تحقیق و تبلیق: الدكتور ناصر بن سعود بن عبد اللہ السلام، داراطلس للنشر والتوزيع، ریاض، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ، طبع اول، ص ۳۶۳
- ۲۱۔ السید سابق، فقہ السنۃ، جلد ثالث، ص ۲۲۹/رازی، امام محمد فخر الدین، تفسیر الفخر الرازی (التفسیر الکبیر و مفتاح الغیب)، تقدیم: شیخ خلیل محی الدین، دارالفکر، بیروت، ۲۰۰۲ء، ۱۴۲۳ھ، جلد خامس، ص ۱۴۷
- ۲۲۔ قلعہ جی، ڈاکٹر محمد رؤاس، فقہ حضرت عمرؓ، ص ۶۸۹-۶۹۰
- ۲۳۔ وکج، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، ص ۳۳/اللمبغی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، جلد ۲، ص ۴۷۳
- ۲۴۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، سنن الترمذی، جلد ثالث، ص ۶۳/وکج، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، ص ۶۳/الماوردی، الاحکام السلطانیة والولايات الدينية، ص ۸۳/قاضی ابویعلیٰ، الاحکام السلطانیة، ص ۷۲/اللمبغی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، جلد ۲، ص ۴۷۲/اللمبغی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، جلد ۱۵، ص ۳۰/متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، جلد ۶،

اسلامی نظام قضاء: قاضی کی اہلیت اور فرائض

ص ۱۰۰/ ابن الدہان، الشیخ ابوشامع محمد بن علی بن شعیب، تقویم النظر فی مسائل خلافیہ ذائعہ و نبذ مذہبیہ نافعہ، تحقیق: امین نصر الدین الازہری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱۴۲۱ھ، طبع اول، جلد ۲، ص ۳۸۴ / السید سابق، فقہ السنۃ، جلد ۳، ص ۲۲۲ / شیخ صدوق، محمد بن علی، من لا یحضرہ الفقیہ، دار الاضواء، بیروت، ۱۹۹۲ء، طبع ثانی، ۱۴۱۳ھ، جلد ۲، ص ۱۴ / حرعالمی، وسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۲۱۶ / نوری الطبری، میرزا حسین، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، مؤسسہ آل البیت لاحیاء التراث، بیروت، ۱۹۸۸ء، ۱۴۰۹ھ، طبع ثانی، ص ۳۵۱ / ری شہری، محمدی، میزان الحکمة، مکتب الاعلام الاسلامی، قم، ۱۴۰۴ھ، ۱۳۶۳ش، طبع اول، جلد ۸، ص ۱۹۶

۲۵- ابن ماجہ قزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۲۴۹ / ترمذی، ابو نعیم، محمد بن نعیم بن سورہ، جلد ۳، ص ۶۵ / البخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، تحقیق: ابو صہیب الکرمی، بیت الافکار الدولیہ للنشر و التوزیع، ریاض، ۱۹۹۸ء، ۱۴۱۹ھ، ص ۱۳۶۵ / مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ، طبع اول، ص ۸۶۵ / النسائی، امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، سنن النسائی، المکتبۃ العصریہ، بیروت، ۲۰۰۶ء، ۱۴۲۶ھ، طبع اول، ص ۸۳۸-۸۴۲ / وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، ۱۲۹۶ھ، ص ۶۰ / التیمی، امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، جلد ۱۵، ص ۷۲ / التیمی، امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، جلد ۲، ص ۳۶۹ / ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۷ء، ۱۳۸۷ھ، طبع ثانی، جلد ۱، ص ۶۱ / متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، جلد ۶، ص ۱۰۱ / السید سابق، فقہ السنۃ، جلد ۳، ص ۲۲۸ / یسری، السید محمد، جامع الفقہ، جلد ۷، ص ۱۳۸ / شیخ صدوق، محمد بن علی، من لا یحضرہ الفقیہ، جلد ۳، ص ۶ / حرعالمی، وسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۳۳-۲۱۳

۲۶- ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغہ، جلد ۱، ص ۶۱ / متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، جلد ۶، ص ۱۰۲ / حرعالمی، وسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۲۱۴

۲۷- وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، ص ۵۴ / الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانیة و الولايات الدینیة، ص ۱۱۷ / یسری، السید محمد، جامع الفقہ، دار الوفا للطباعة والنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ، طبع اول، جلد ۷، ص ۱۱۹ / السید سابق، فقہ السنۃ، جلد ۳، ص ۲۳۰

۲۸- الجزیری، شیخ عبد الرحمن، الفقہ علی المذاهب الاربعہ، تقدیم و تعلیق: شیخ ابراہیم محمد رمضان، شرکتہ دار الایق، بیروت، ص ۵-۶ / اصلاحی، امین احسن، تدریس قرآن، جلد ۲، ص ۴۰۷